خدمتِ حدیث میں جامعہ علوم اثریہ کا کردار

یہ مقالہ مؤرخہ 10 اگست بروز جمعۃ المبارک سالانہ تقریب صحیح بخاری شریف کے موقع پر جناب غلام سرور قریشی صاحب نے پیش کیا، جسے افادہ عام کیلئے نذر قارئین کیا جارہا ہے (ادارہ)

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہِ الکریم

جامعہ علوم اثریہ جہلم کی عظیم اسلامی درسگاہ ہے اور اس میں منعقد ہونے والی تقاریب میں تکمیل صحیح بخاری شریف کی تقریب سب سے ممتاز مقام رکھتی ہے۔ اس کا سہرا ان خوش نصیب طلباء جامعہ کے سر ہے، جو ہر سال یہاں سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں اور حدیث کا آخری درس، آخری حدیث بخاری کلمتانِ خفیفتان حبیبتان پڑھ لیتے ہیں اور قال قال رسول اللہ ﷺ کی تابناک دنیا کی معراج پاتے ہیں۔ آج سند فراغت پانے والے نو عمر علماء پاکستان کے اسلامی مستقبل کے محافظ ہیں۔ یہ اسلام کے سپاہی، مبلغ، مدرس، امام اور زینتِ محراب منبر بننے والے نوجوان طلبا ہیں جنہوں نے آج کی مادہ پرست دنیا میں، اپنے لیے دینی تعلیم کو پسند کیا اور اپنی زندگیاں دین محمدیؐ کی آبیاری اور خدمت گزاری کیلئے وقف کردینے کا عہد باندھا ہے۔ یہی وہ طلبا ہیں جن کے قدموں کے نیچے فرشتے پَر بچھاتے اور جن کے اقلام کی روشنائی شہداء کے خون پر فضیلت رکھتی ہے۔ بعض کوتاہ اندیش لوگ، علمائے اسلام کو مصافِ زندگی میں مسبوق خیال کرتے ہیں مگر ہمارے نزدیک یہ لوگ جہاں ہوں، فائق ہوتے ہیں ......نماز ہو کہ جنازہ، نکاح ہو کہ بچے کے کان میں اذان، سب سے آگے اور سب پر فائق مولوی ہوتا ہے۔ اسلام علم کا دین ہے۔ ہم ایم بی بی ایس کرنے والوں، انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کرنے والوں، ایٹم کی تھیوری پڑھنے والوں وعلیٰ ھٰذا القیاس ہر قسم کے علماء کی قدر کرتے ہیں اور یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ عنداللہ یہ اصحاب اگر صاحب ایمان ثابت ہوئے تو بلاتفریق مکرمت پائیں گے مگر ایک بات مزید کہتے ہیں طلبائے اسلام اور ان کی سند فراغت اللہ کی میزان میں جو وزن پائیں گے وہ سب اسناد پر بھاری ہوں گے۔ یہ درسِ آخریں جو آج حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا محمد اکرم جمیل صاحب دینے والے ہیں۔ یہی وہ درس ہے جو پچاس سال تک حضرت علامہ شیخ الحدیث پیر محمد یعقوب ہاشمی صاحب نے ارشاد فرمایا تھا۔ آج ان کی مسند خلافت پر حضرت مولانا اکرم جمیل صاحب

متمکن ہیں اور انہوں نے اپنے تبحر علمی اور صحاح ستہ پر اپنے عبور کامل سے ثابت کر دیا ہے کہ پیر صاحب مرحوم کی وفات سے خالی ہونے والی جائے استاذ کو انہوں نے کماحقہٗ پُر کر دیا ہے۔

جامعہ کے اربابِ بست وکشاد کی مساعی جمیلہ اس لحاظ سے قابل قدر ہیں کہ یہ ان کی بے نفسی اور بے غرضی اور بے لوثی کی برکت ہے کہ سطح مرتفع پوٹھوہار کے ٹیلوں اور پہاڑوں سے قرآن وحدیث کے چشمے ابل رہے ہیں۔ ورنہ یہ زمین دین متین اسلام کے ایک ہی تصور سے آشنا تھی جو خانقاہی نظام پیش کرتا تھا اور جس کے مطابق مسجد کی جگہ مزار اور قرآن وسنت کی جگہ تصوف کو اہمیت حاصل تھی۔ ہم یہاں کسی پر طعن کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو سائیں غریب علی کے ڈھول کی تھاپ سے کلمہ طیبہ کی صدا سنائی دیتی ہو، انہیں نغمۂ توحید سنانا بڑا ہی مشکل کام تھا مگر جامعہ کے بانی حضرت العلام مولانا حافظ عبد الغفورؒ نے یہ نغمہ یہاں سنایا اور الحمدللہ سرزمین جہلم کے باسیوں نے ثابت کیا کہ وہ اس روح پرور کلمہ سننے کو ترس گئے تھے۔ حافظ صاحب مرحوم اور ان کے بیٹوں نے اپنے زندگی اس کام کیلئے وقف کر دی اور حال یہ ہوا کہ مولانا محمد مدنیؒ اپنے مرض الموت میں اس کثرت سے جامعہ کا ذکر کرتے تھے کہ ان کے معالجین کو خیال ہوا کہ شاید جامعہ ان کی کسی ننھی سی پیاری سی بیٹی کا نام ہے۔ موجودہ رئیس الجامعہ حافظ عبدالحمید عامر صاحب دامت برکاتہٗ کی پوری زندگی کا محور صرف اور صرف جامعہ اور مسلک اہل حدیث کی خدمت اور سربلندی ہے۔ درس آخریں سے طلبا کے جامعہ کے نصاب کی تکمیل ہو جائے گی اور آج سندِ فراغت پا کر وہ طلبا کے طبقہ سے نکل کر مستند علماء کا درجہ علیا پالیں گے۔ میں انہیں اور ان کے عالی قدر اساتذہ کرام کو ھد یہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ آج ان کے مساعی جمیلہ عنداللہ مشکور ہوئیں اور جن چھوٹے چھوٹے طلبا نے آٹھ سال پہلے یہ طویل سفر شروع کیا تھا آج مکمل اور بالغ مولوی بن کر اپنے سفر کی آخری منزل پا چکے ہیں۔ یہ صحنِ مسجد سلطان کی سعادت ہے کہ آج یہاں زبدۃ العلما کا مجمع ہے۔ علمائے عصر درجہ بدرجہ سٹیج پر رونق افروز ہیں شیخ الحدیث مسند تدریس پر جلوہ افروز اور طلباء زانوئے تلمذ طے کئے اپنے استاذ مکرم کے آخری ارشاداتِ عالیہ سننے کو ہمہ تن گوش ہیں۔ یہی وہ محافل ہوتی ہیں جن میں عنداللہ فوقیت حاصل ہوتی ہے، یوں آج کی یہ تقریب ایک عہد کی تکمیل اور دور کا اختتام ہے جو فارغ ہونے والے طلبا کی زندگیوں میں تاریخی اہمیت اور یادگاری حیثیت کی حامل ہے۔ انہوں نے اپنی تمنائیں، اپنی آرزوئیں، اپنی خواہشیں اور اپنی جوانی کی امنگیں مطالعہ اسلام کیلئے وقف رکھیں۔ انہوں نے اسے فوزِ عظیم جانا اور آج الحمدللہ فائز المرام ہیں۔ میں اپنے اصحاب ثروت اور

سوسائٹی کے بااثر افراد سے التماس کروں گا کہ وہ بھی اپنے بچے اس کام میں لگائیں کیونکہ جب ان گھرانوں کے بچے مبلغ اسلام بن کر اٹھیں گے اور ان کے وعظ کی پشت پر ان کی معاشرتی قوت بھی موجود ہوگی تو اسلام کے پیغام کو ایک قدرتی طاقت حاصل ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین ؓ مکہ مکرمہ میں سب سے زیادہ سماجی طاقت کے حامل تھے۔ اسلام اپنے پیروکاروں کی سماجی حیثیت کو بھی شمار میں لاتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ عمرو بن ہشام یا عمر ابن خطاب کے ایمان سے اسلام کی طاقت کی دعا کرتے تھے۔

بدقسمتی سے کچھ ایسے لوگ بھی اس دنیا میں موجود ہیں اور وہ مسلمان ہونے کے بھی مدعی ہیں، جو اس خیال باطل کے قائل ہیں کہ حدیث صرف اس دور کیلئے قرآنی تشریح تھی جس میں حضور اقدس ﷺ اس دنیا میں موجود تھے اور قرآنی احکام کی تشریح آج کا مسلمان اپنے تفقہ اور ضرورت کے مطابق کرنے میں آزاد ہے وہ اس آزادی کو بھی پارلیمنٹ یا کسی خود ساختہ و خود قائم کردہ مرکز ملت کو سونپنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ فکر بڑی ہی گمراہ کن ہے۔ کیونکہ حدیث صرف قرآن کا بیان یعنی تشریح ہی نہیں کرتی بلکہ خود اپنے مقام پر ماٗخذِ قانون ہے اور حلال وحرام کے فیصلے کرتی ہے۔ مثلاً رجم یعنی شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا، قرآن میں نہیں آیا۔ یہ حکم صرف حدیث میں دیا گیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے زانیوں کو سنگسار کرا کے اس پر اپنی سنت اور حجت قائم کردی۔ خلفائے راشدین کے زمانہ اور قرونِ اولیٰ میں اس قانون پر عمل ہوا۔ جس سے ثابت ہے کہ حدیث بذاتہٖ ایک ماٗخذ قانون ہے اور ماٗخذ قانون وقتی یا ہنگامی نوعیت کا نہیں ہوتا۔ اب ہم عرض کرنا چاہیں گے کہ نکاح متعہ، جو زمانۂ جاہلیت سے مروج چلا آرہا تھا، قرآن میں اس کی حرمت نہیں آئی۔ اسی طرح گدھے کا گوشت بھی دور جاہلیت میں کھایا جاتا تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے نکاح متعہ اور لحم حمیر دونوں کو ایک ہی حدیث کے ذریعے حرام فرمادیا۔ اگر ہم حدیث کو صرف حضور اقدس ﷺ کے زمانہ تک محدود کردیں تو کئی حرام، حلال ہوجائیں گے اور کئی اوامر و قوانین منسوخ ہو جائیں گے جس سے اندھیر مچ جائے گا۔ اس سے صرف یہی فتنہ سر نہیں اٹھائے گا کہ لوگ قرآن کی من مانی تشریح کرنے لگ جائیں گے بلکہ کئی ایک اسلامی قوانین کی آئینی حیثیت ختم ہوجائے گی۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس فکر باطل کو پوری شدت کے ساتھ مٹادیں۔ پرویزی یہی چاہتے ہیں اور اہل حدیث، الحمد للہ، اس فکر کے سامنے ایک ایسا بند ہیں جس سے پرویزی فتنہ ٹکرا کر اپنی موت آپ مرجاتا ہے۔ یہ لوگ بڑے فخر سے اہل قرآن کہلاتے ہیں مگر اتنے کم عقل ہیں کہ صاحب قرآن علیہ الصلوۃ والسلام کو شارحِ قرآن نہیں مانتے۔ اس سوچ کی کوتاہی عیاں

ہے۔ جس رسول کی ذاتِ اقدس پر قرآن اترا، وہ تو صرف ﴿بلّغ ما اُنزِلَ الیک من ربک﴾ کا مکلّف تھا اور آج کے نام نہاد ماہرین قرآن جنہیں ہمارے خیال کے مطابق قرآن مجید ناظرہ پڑھنا بھی نہیں آتا، اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن کی نئی مادر پدر آزاد تشریح کریں۔ ان عقل کے اندھوں کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ اسلام ہی تو ایک ایسا ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے جو ہر دور جدید کے جدید ترین تقاضوں کو قدیم سے پورا کر رہا ہے اور قیامت تک پورا کرتا رہے گا۔ حدیث شریف اس سراج منیر کی روشنی ہے جسے اپنی مستقل حیثیت میں امت کی راہنمائی کرنا ہے۔

اگر حدیث کی نوعیت وقتی ہوتی اور واقعی ہر دور کا انسان قرآن کی من مانی تشریح کر کے فیصلے کرنے میں آزاد ہوتا تو ہم حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی یہ عادت مبارکہ حوالہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ آپ کے سامنے اگر کوئی ایسا مسئلہ آتا جس کا جواب قرآن مجید میں موجود نہ ہوتا تو آپ اصحابؓ رسول سے پوچھتے کہ اس بات میں اگر انہیں رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث معلوم ہو تو بیان کریں اور پھر اس کے مطابق مسئلہ حل کر دیتے۔ اگر یہ فکر واقعی راست ہوتی کہ ہر دور کا انسان، اپنے فیصلے کرنے میں آزاد ہے تو یہ آزادی سب سے پہلے سیدنا عمر فاروقؓ کو زیبا تھی۔ وہ ماہر قرآن تھے۔ قرآن کے معانی و مفاہیم کو براہِ راست حضور اقدس ﷺ سے سیکھا تھا۔ لیکن انہیں معلوم تھا کہ اسلام نے انہیں قرآن کی من مانی توجیہہ کرنے کی آزادی نہیں دی ہے اور وہ فیصلہ کرتے وقت پابند حدیث ہیں اور اگر حدیث کی اہمیت صرف وقتی ہوتی اور زمانہ رسالت تک ہی محدود ہوتی تو محدثین کرام، راویانِ عظام اور جامعین حدیث، فرمودات پیغمبر ﷺ کو اگلی نسلوں تک پہنچانے کیلئے وہ عدیم النظیر کاوشیں نہ فرماتے جو انہوں نے فرمائی ہیں۔ یہ سب بزرگوار ہستیاں اول صحابہ کرامؓ اور پھر آئمہ حدیث تھے۔ اصحابؓ نبیؐ اور ازواجِؓ نبیؐ سے بہتر کون جان سکتا تھا کہ حدیث کی ضرورت عارضی تھی یا دائمی! اگر پہلی صورت ہوتی تو وہ حضور اقدس ﷺ کی رحلت کے بعد، طالبان و دلدادگانِ حدیث سے یقیناً کہہ دیتے کہ وہ روایت حدیث نہ کریں کیونکہ ان کی اہمیت نبی علیہ السلام کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہوگئی ہے۔ ان سب عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں یہ ثابت ہے کہ حدیث نبوی ﷺ کی اہمیت دائمی اور مستقل ہے اور یہی اہل حدیث کا سرمایہ امتیاز ہے۔ تفقه فی الدین عطیہ الٰہی ہے۔ ہم اس کے طلبگار رہیں۔ اگر تفقہ کا ملکہ صرف چار آئمہ کو ملا ہے اور باقی امت اس سے محروم کر دی گئی ہے تو یہ بہت بڑی محرومی ہے۔ یہ موقف بڑا ہی کمزور ہے کہ ہمارے آئمہ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویؐ ڈھونڈنے کا کام کر گئے

ہیں اور اب ہم اس باب میں کسی سعی وکاوش وطلب کے مکلّف نہ رہے ہیں تو اسی کا نام جمود ہے۔ یہی وہ فقہی جمود ہے جس نے اسلام کی انقلابی اور تحریکی قوت پر کاری ضرب لگائی ہے۔ اسی فقہی جمود نے اسلام پر جدید زمانے کے تقاضوں سے نہ نپٹ سکنے کا الزام لگایا ہے۔ اسی سے اسلام میں بیدار مغز اور عصری چیلنجز کو قبول کرنے والے لوگوں کی کمی ہوگئی ہے۔ اسی جمود سے ملعون رشدی جنم لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فرامین، دنیا کے ہر چیلنج کا جواب دیتے ہیں۔ حدیث مسلمان کا وہ ہتھیار ہے جو ہر میدان میں اس کو کام دیتا ہے۔ دین محمدیؐ، عزلی الاصل ہے۔ اللہ حق سبحانہٗ نے چاہا کہ قرآن مجید کے بعد اس دین کا دوسرا بازو عجمی علاقہ میں پرورش پائے اس لئے صحاحِ ستہ کی سرتاج یعنی بخاری شریف کے جامع امام عبداللہؒ نے یہ عظیم کارنامہ بخارا یعنی عجمی علاقہ سے اٹھ کر سرانجام دیا اور یوں ''امرین'' میں عرب وعجم کو یکساں طور پر شامل کر دیا۔ اسے ''اصح الکتاب بعد القرآن'' کا مقام علیا حاصل ہے۔ اس کے لائق جامع محدثِ بے بدل اور محقق بے مثل نے اسے اپنی تحقیق، تفحص اور تفقہ فی الروایت کے ذریعے ہر لحاظ سے قابل اعتماد بنایا ہے۔ جرح اور تنقید کا ایک کڑا معیار خود قائم کیا اور روایت ودرایت کے دونوں اصولوں پر ایک ایک حدیث کو پرکھا۔ راویانِ حدیث کے حافظہ، ان کی عصمتِ زبان، اندازِ تکلم، بیان میں احتیاط، زندگی کے بارے میں ان کے عمومی رویہ، سیرت وکردار اور ذمہ دارانہ طرز عمل پر بے لاگ جرح کی۔ پھر یہ بھی دیکھا کہ دو راویانِ کرام میں ہم عصری کا رشتہ یا باہم ملاقات کا امکان تھا کہ نہیں۔ ایک ایک راوی تک رسائی پانے کیلئے طویل سفر کئے اور بعض صورتوں میں راوی سے ملاقات کے بعد اس کی روایت کو قبول نہیں کیا کیونکہ اس کی ذات میں کوئی ایسی کوتاہی پائی جو ایک راویِ حدیث میں نہیں ہونا چاہیے تھی۔ ہر راوی کی روایت کو کئی کئی واسطوں سے، کئی کئی طریقوں سے اور کئی کئی حوالوں سے اس اولین راوی تک پہنچایا جس نے اپنے کانوں سے رسالت مآب ﷺ کی زبانِ مبارک سے حدیث سنی تھی۔ اس باب میں راویانِ گرامی کے احوال پر مشتمل وہ قابل اعتماد اور عظیم دفتر تیار ہوا جو آج دنیائے اسلام میں اسماء الرجال حدیث کے نام سے مشہور ہے۔ یہ علمی، تحقیقی ذخیرہ اپنی مثال آپ ہے اور دنیا کا کوئی دوسرا مورخ اپنے بیان کی صداقت پر اتنے قابلِ اعتماد مآخذ کی سند نہیں لا سکا۔ امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ سے پہلے یا پیچھے شرق وغرب میں کوئی محقق پھر نہ اٹھا جو تحقیق وتنقید کے اتنے بلند معیار قائم کرتا۔ یہ سب کچھ تائید الٰہیہ کا کرشمہ ہے ورنہ جو عظیم کام انہوں نے سرانجام دیا ہے، وہ ناممکن الوقوع تھا۔

تائید الٰہیہ کی وجہ یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے قرآن کی طرح اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

فرمودات کو بھی ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر رکھنا چاہتا تھا تاکہ قرآن اور اس کا بیان اہل اسلام کیلئے اپنی اصلی شکل میں زندہ وتابندہ رہے اور میدانِ حشر میں کوئی مسلمان یہ عذر نہ لا سکے کہ اس تک قرآن کا بیان یعنی حدیث نبوی اپنی اصلی شکل میں نہ پہنچا تھا۔ ﴿ان علینا جمعه وقرآنه﴾ میں وضاحت کردی کہ قرآن شریف کا جمع کرانا، اس کا پڑھوانا اور اس کا بیان یعنی حدیث کے ذریعے اس کی تشریح، سب کچھ اس کی اپنی حفاظت ہے۔ جس طرح اس نے جمع قرآن کی خدمت سیدنا عثمانؓ بن عفان سے لی، ٹھیک اسی طرح، جمع حدیث کا کام امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ سے لیا۔ صحاحِ ستہ میں شامل دیگر پانچ صحاح کی صحت بھی قابل اعتماد ہے مگر بخاری کو ان میں وہی مقام حاصل ہے جو ستاروں میں نیر اعظم کو ہے۔ امام بخاری جادہ تراش تھے اور دیگر جامعین جادہ پیا تھے۔ ان کے سامنے روشنی کا ایک مینار موجود تھا جبکہ امام بخاری اس مینارۂ نور کو قائم اور روشن کرنے والے تھے۔ وہ امام اور دیگر متبع تھے۔ وہ سابق اور دوسرے مسبوق تھے۔ کون نہیں جانتا جس کے سامنے مثال موجود ہو اس کا کام آسان ہوتا ہے۔ یوں امام بخاری کا کام مشکل تھا کیونکہ ان کے سامنے کوئی مثال نہ تھی۔ مؤطا امام مالک اور مجموعہ اماں عائشہ صدیقہؓ، طیبہؓ، طاہرہؓ کی شکل میں دو ذخیرے حدیث کے یقیناً موجود تھے۔ امام مالک نے کچھ نقد ونظر سے کام لیا جبکہ اماں جی کو کوئی ایسی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ وہ کاشانۂ نبوت کی مکین اور اسرار ورموز رسالت کی امین تھیں زبان نبی سے جھڑنے والے پھول سیدھے ان کے دامن پاک میں آگرتے تھے۔ صوتِ نبی بلا واسطہ ان کے سمع نواز ہوتی تھی لہٰذا ان کی روایات اسی طرح بلافصل ہیں جس طرح ان کے والدِ گرامی سیدنا ابوبکر صدیقؓ بلافصل خلیفۃ الرسول تھے۔ جی تو میں عرض کر رہا تھا کہ بخاری شریف سمیت صحاحِ ستہ قرآن کا بیان ہیں اور ان کی صحت پر اللہ تعالیٰ کی ضمانت موجود ہے ﴿وما ینطق عن الهوی﴾۔ یوں حدیث کے مفاہیم آسمانی اور الفاظ نبوی ہیں۔ اس سارے اہتمام کی غایت یہ تھی کہ کتاب کا بیان بھی الکتاب کی طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے تاکہ امت حدیث کی روشنی میں قرآن پر عمل کر سکے۔ یوں حدیث، جامع امت ہے۔ ہم تفقه فی الدین کے طالب ہیں۔ یہ اللہ کی بڑی عطا ہے مگر وہ تفقہ یعنی فقہ جس سے امت کی وحدت منتشر ہو، اس سے پناہ مانگتے ہیں۔ ﴿واعتصموا بحبل اللّٰه جمیعا﴾۔ رسی ایک ہے، سبھی کو اسی ایک رسی کو تھامنا ہے لہٰذا یہ ہرگز روا نہ تھا کہ ایک رسی کی جگہ چار رسیاں متعارف کرائی جائیں اور چار فقہی مسالک پر حق کی مہر لگا دی جائے۔ یہ اقدام ﴿ولا تفرقوا﴾ کے حکم کی خلاف ورزی ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ہی ﴿ولا تفرقوا﴾ کا حکم دیں اور خود ہی چار فرقوں کو برحق مان

لیں۔فرقہ پرستوں نے حدیث کوتو پس پشت ڈالا ہی تھا مگر مزید ستم یہ ڈھایا کہ قرآن کو بھی نہیں معاف کیا۔کوئی اٹھا تو اس نے مثنوی مولانا روم کو "ہست قرآن درزبانِ پہلوی" کہہ دیا کاش یہ لوگ مثنوی کا دفترِ پنجم بھی بڑھ لیتے تو ان پر اس پہلوی قرآن کی حقیقت کھل جاتی دوسرا اٹھا تو اس نے ہیر وارث شاہ کو پنجابی کا قرآن ٹھہرا دیا۔کاش یہ لوگ اس کا وہ باب پڑھ لیتے جس میں میاں رانجھا اور خاوند والی ہیر کے وصل کا بیان ہے یہ تو خیر شاعرانہ داستان ہے مگر بڑا ستم بڑے علما نے ڈھایا جنہوں نے الھدایہ کا القرآن کا نعرہ بلند کر دیا۔**العیاذ باللہ۔**

ہم اہل حدیث ہیں۔حدیث اصطلاحی مفہوم میں فرمودات نبوی پر لاگو ہوتا ہے مگر قرآن مجید اپنے تئیں بھی حدیث کہتا ہے۔﴿**فبای حدیث بعدہٗ یومنون**﴾ لہٰذا ہمارے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں صحاحِ ستہ کی تاجدار بخاری شریف ہے۔ہم قولِ پیغمبر پر قولِ امام کو ترجیح نہیں دیتے۔ہم عنداللہ اور عندرسول اللہ ﷺ کے قائل اور فاعل ہیں۔یہی ہمارا مسلک ہے۔اگر فقہ جامع امت ہوتی تو ہمارے ملک میں احناف کے دو بڑے فرقے ایک دوسرے کی تکفیر نہ کرتے۔

نوتعمیر جامع مسجد مدنی اہل حدیث بھوا تحصیل و ضلع گجرات میں افتتاحی خطبہ جمعہ

مورخہ 31 اگست رئیس الجامعہ حافظ عبدالحمید عامر امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع جہلم نے جامع مسجد مدنی اہل حدیث بھوا تحصیل و ضلع گجرات میں افتتاحی خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا، جس میں ضلع بھر سے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی، انتظامیہ مسجد حاجی محمد اعظم جنرل کونسلر UC سانتل اور سید ثناء اللہ شاہ مہتمم جامعہ سردار للبنات اہل حدیث رانیوال سیداں نے مسجد کی تکمیل کے اس پُرمسرت موقع پر شرکاء کیلئے ضیافت کا اہتمام کیا۔

مسجد ہذا میں نماز باجماعت کے علاوہ صبح وشام بچوں کو ناظرہ قرآن مجید و مسنون نماز اور دعائیں پڑھانے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔نماز فجر کے بعد درس قرآن مجید اور بعد نماز مغرب درس حدیث کا اہتمام کر دیا گیا ہے۔

یاد رہے کہ ضلع گجرات میں حضرت علامہ محمد مدنیؒ کے دور سے لے کر اب تک یہ 27 ویں مسجد ہے، اس کے علاوہ سینکڑوں کنویں کھدوا کر، اور اس کے اوپر موٹر پمپس یا نلکے لگوا کر رفاہ عامہ کیلئے فی سبیل اللہ وقف کر دیئے گئے، بے شمار یتیموں کو مستقل ماہانہ وظائف دیئے جاتے ہیں۔ان سب امور کی نگرانی جناب سید ثناء اللہ شاہ صاحب کر رہے ہیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، اور دین دنیا کی نعمتوں سے نوازے۔آمین